اسلام و سائنس

مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری (نیپال)

حق تعالیٰ نے انسان کو دماغ دے کر سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بخشی۔ مگر تنہا دماغ کافی نہیں ہے کیونکہ اس کو علم کی ضرورت ہے جیسے آنکھ میں دیکھنے کی صلاحیت دی گئی ہے مگر تنہا آنکھ کافی نہیں ہے کیونکہ اس کو خارجی روشنی کی ضرورت ہے۔ روشنی کے بغیر کوئی آنکھ اس کو دیکھ نہیں سکتی۔ چنانچہ رات کے وقت ایک تاریک کمرہ میں آنکھ رکھتے ہوئے بھی کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اگر بجلی کا بلب روشن کر دیا جائے تو ہر چیز صاف نظر آنے لگتی ہے۔ اسی طرح وحی الٰہی دماغ اور عقل کے لئے روشنی ہے، اس روشنی کے بغیر ہم تنہا دماغ سے اشیاء کی معرفت حاصل نہیں کر سکتے۔

یہ کائنات کیا ہے؟ اس کا خالق و مربی کون ہے؟ اور اس کائناتی نظام کا سلسلہ کب تک رہے گا؟ اس کی پیدائش کا مقصد کیا ہے؟ انسان کا فائدہ کس چیز میں ہے؟ نقصان کس چیز میں ہے؟ یہ سب باتیں وحی الٰہی سے معلوم ہوتی ہیں، علم الٰہی کے بغیر جو لوگ حقائق اشیاء معلوم کرنا چاہتے ہیں وہ سب بھٹکتے رہتے ہیں۔

اس علم الٰہی کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ انسان کو خدا شناس بناتی ہے۔ ایک مثال پر غور کیجئے کہ ایک آدمی کسی اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر موجود ہے لیکن وہاں روشنی نہ

[illegible] ہے تو تاریک ہے اس کو اجالا [illegible]
[illegible] اتفاق سے وہ لوگ بھی پیٹ ناکام پر موجود ہوتے ہیں۔ لیکن اگر [illegible]
تو سبھی لوگ نظر آتے اور وہ شخص انکی مناسب تکریم و خدمت بجالاتا۔ [illegible]
دماغ کی روشنی علم الٰہی ہے اس علم و معرفت کے بغیر آدمی اپنے رب کی اطاعت و
عبادت کو بجا نہیں لا سکتا کیونکہ وہ اپنے رب کو پہچانتا ہی نہیں تو اطاعت و
خدمت کیسے بجالائے گا اس لئے علم کی تحصیل ضروری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی
دعاؤں میں پڑھتے تھے۔ "رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" (سورۃ طٰہٰ) یعنی اے میرے [illegible]
فہم و بصیرت میں علم کے ذریعہ زیادتی پیدا کر۔

اس قرآنی دعا کو ہم بھی اپنا وظیفہ بنائیں تاکہ صحیح علم حاصل ہو اور ہم خدا شناس
بن سکیں۔ شیخ سعدی شیرازی نے کیا ہی خوب لکھا ہے ؎

پے علم چون شمع باید گداخت
کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

علم کی فضیلت وجدانی ہے

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ علم کے محمود و مستحسن ہونے کا فیصلہ خود وجدان سے ہو جاتا ہے چنانچہ دیکھئے کہ آپ جاہل مطلق ہوں لیکن آپ کو حسب واقعہ کوئی جاہل کہہ کر خطاب کرے تو آپ کو برا لگے گا کہ دیکھو فلاں شخص مجھ کو جاہل کہتا ہے۔ لیکن آپ کی جہالت کے باوجود کوئی آپ سے کہے کہ آپ بڑا اچھا علم رکھتے ہیں آپ کے علم و فہم کا کیا کہنا۔ تو اگرچہ آپ جاہل مطلق ہوں پھر بھی اس کا یہ کہنا آپ کو اچھا معلوم ہوگا۔ کیونکہ اس نے علم کی طرف آپ کی نسبت کی [illegible] صاف معلوم ہوتا ہے کہ علم کے انتساب کو ہر انسان اپنے لئے وجہ عظمت اور باعث فضیلت جانتا ہے۔

ناشناس

ہم دیکھتے ہیں زمین، آسمان، سورج، چاند، ستارے اور ہوا، بارش وغیرہ کے فوائد و منفعت ہمیں حاصل ہو رہے ہیں، دنیا کی ایک معمولی سی چیز بھی کہ ایک سوئی تک بھی ہمیں مفت نہیں مل سکتی مگر یہ ہماری عظیم الشان خدمت کرنے والے، سورج، چاند ستارے ہمارے غلہ پکانے والے، اور اس میں وسعت، خوشبو، مزہ، رنگ وغیرہ ڈالنے والے سارے عملے ہماری مفت خدمت انجام دے رہے ہیں۔ شیخ سعدیؒ اسی حقیقت کی طرف ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ایں ہمہ از بہر تو سرگشتہ و فرمانبردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرمان نبری

دنیا کا قاعدہ ہے کہ احتیاج طرفین سے ہوتا ہے ہم دھوبی کے محتاج ہیں کہ وہ ہمارے کپڑے صاف کرے، دھوبی ہمارا محتاج ہے کہ ہم سے پیسے لے۔ ہم معمار کے محتاج ہیں کہ وہ مکان تعمیر کرے وہ ہمارا محتاج کہ ہم سے پیسے حاصل کرے۔ ہم ڈاکٹر کے محتاج کہ وہ ہمارا علاج کرے اور وہ ہمارا محتاج ہے کہ ہم سے پیسے حاصل کرے اس طرح کی صدہا مثالیں ہیں۔ یہاں قاعدہ الٹ گیا۔ یہاں احتیاج! صرف ایک طرف سے ہے ہم ان تمام چیزوں، آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، ہوا، بارش وغیرہ کے محتاج ہیں۔ مگر یہ چیزیں ہماری ذرہ بھر محتاج نہیں ہیں۔ ہم نہ ہوں گے جب بھی یہ ساری چیزیں اپنے فیوض کو جاری رکھیں گی ؎

دریغا کہ بے ما بسے روزگار
بروید گل و بشگفد لالہ زار

[illegible]

یہاں انصاف کیجیے کہ جب ہم ایک سڑک اور ایک [illegible] ہیں تو اتنا عظیم احسان اور ضروریات زندگی کی اتنی اہم چیزیں ہمیں مفت اس [illegible] اور یہ دی طرح کے نظم کے ساتھ بلاناغہ کون دے رہا ہے؟ حکومت سڑک بناتی ہے تو ٹیکس لیتی ہے۔ پانی کا انتظام کرتی ہے تو ٹیکس لیتی ہے۔ بجلی اور روشنی فراہم کرتی ہے تو ٹیکس لیتی ہے۔ الیکٹرک پنکھوں کی سپلائی پر ٹیکس لیتی ہے۔ مگر چاند، سورج اور دیگر ستارو[ں] کی روشنی اور فیوض پر اور آسمان کے مسلسل پانی اور باران رحمت کے نزول پر ہوا کے سرد و خنک جھونکوں پر کسی قسم کا آج تک کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا تو جس ذات نے بلاعوض بلا ٹیکس یہ فیض جاری کر رکھا ہے۔ ہم اسی کو خالق کائنات رب العالمین ا[ور] خدائے برحق سمجھتے ہیں اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا چاہتے ہیں۔ اور صرف وہی ا[س] کے لائق ہے ارشاد ہے: لا تسجدوا للشمس ولا للقمر واسجدوا لله الذی خلقهن ان كنتم اياه تعبدون (سورۂ حم سجدہ) یعنی چاند سورج کی پرستش نہ کرو۔ بلکہ اسی ذات کی پرستش کرو جس نے ان کو پیدا کیا۔ اگر تم اطاعت کرنا چاہتے ہو۔

مطلب یہ ہے کہ چاند و سورج کے فوائد و فیوض کو دیکھ کر تم یہ نہ سمجھ لینا کہ ان یہ ذاتی فیوض ہیں۔ بلکہ یہ فیوض و فوائد ان چیزوں میں ان کے خالق و [illegible] ہے اس لیے مستحق عبادت صرف ان کا خالق ہی ہے۔ کسی نے کیا ہی خوب لکھا ہے ؎

خرد اللہ اللہ تک رنجور ہیں واں
مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور ہیں واں
جہاں مادہ مغلوب و مقہور ہے واں
[illegible]

نہ پرستش ہے رہبان و احبار کی روا
نہ پروا ہے اخیار و ابرار کی روا

چاند و سورج کائنات میں خدا کے احکام کے تابع ہیں اور یہ کسی طرح بھی کوئی ذاتی اختیار نہیں رکھتے۔ خدا جب چاہتا ہے انھیں گہن میں ڈال دیتا ہے۔ ان کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے۔ یہ ان کے مخلوق و مملوک ہونے اور خالق کائنات کی عظمت، و جلالت اور قدرت مطلقہ پر ایک واضح دلیل ہے۔

زمین کے فوائد پر غور ارشاد باری ہے: والارض فرشنا ھا فنعم الماھدون۔ یعنی ہم نے ہی زمین کو بچھایا اور ہم اچھے ہموار کرنے والے ہیں۔

دیکھیے زمین نہ ہوتی تو رہائش و آسائش کے لئے ہمارے مکانات اور کوٹھیاں اور بلڈنگیں کس چیز پر کھڑی ہوتیں، زمین نہ ہوتی تو کہاں ہمارے کاروبار کے لئے فیکٹریاں، ملیں اور کارخانے قائم ہوتے۔ زمین نہ ہوتی تو کہاں ہمارے آم کے باغات ہوتے۔ انار، سیب، انگور، اخروٹ اور بادام وغیرہ فروٹ و پھل کہاں سے حاصل ہوتے۔ زمین نہ ہوتی تو گلاب، چنبیلی، جوہی وغیرہ کے درخت کہاں لگتے اور ہم طرح طرح کے خوشبو، عطریات و زعفران کہاں سے حاصل کرتے۔ زمین نہ ہوتی تو ہماری کھیتیاں کہاں ہوتیں۔ چاول، گیہوں، مٹر، چنا وغیرہ اناج ہم کس طرح حاصل کرسکتے۔ زمین نہ ہوتی تو ہمارے کنویں، پوکھر، تالاب، آبشار کہاں ہوتے؟ ہم کو اور ہمارے جانوروں کو پانی کہاں سے میسر آتا؟ پھر اس سے حاصل کردہ بجلی کیسے مل سکتی؟ جس سے سارے کارخانوں اور ملوں میں رونق ہے۔ زمین نہ ہوتی تو مریضوں کے اسپتال، شفاخانے کہاں ہوتے؟ اور دوائیں کہاں رکھی جاتیں، آپریشن روم کہاں ہوتا؟ مریضوں کے بستر کہاں لگتے؟ اور پھر یہ زمین نہ ہوتی تو ہماری دواؤں کے لئے جڑی بوٹیاں

کہاں پیدا ہوتیں؟ اور دنیا کی بیش قیمت [illegible] برگ ستارے مثلاً جیرہ وغیرہ کہاں [illegible]۔ یہ زمین نہ ہوتی تو [illegible] سائنس [illegible] اور یونیورسٹیاں اور دارالعلوم اور [illegible] کہاں قائم ہوتے؟ زمین نہ ہوتی تو ڈاک خانے کہاں قائم ہوتے اور خطوط [illegible] دنیا بھر میں کیسے بھیجے جاتے؟ زمین نہ ہوتی تو اسٹیشن کہاں اور کس پر قائم ہو اور پورے ملک میں ہم سفر کس طرح کرتے؟

یہ زمین نہ ہوتی تو ہوائی جہاز و خلائی راکٹوں، ہیلی کوپٹروں کے لئے ہوائی اڈے کہاں بنائے جاتے؟ اور ہم بین الاقوامی سفر اور ممالک غیر کی سیاحت کیسے کرتے؟ یہ زمین نہ ہوتی تو ہمارے عدل و انصاف کے لئے عدالت گاہیں اور سرکاری عمارت کہاں قائم ہوتی؟ زمین نہ ہوتی تو ہمارے اکتشافات و ایجادات، تحقیقات اور ذخیرے کے لئے محفوظ کرنے والے محل کہاں قائم ہوتے؟ اور یہ زمین نہ ہوتی تو گائے بھینس اور مویشیوں کے لئے چراگاہیں کہاں ہوتیں؟ اور گھاس و چارہ کی چیزیں کہاں سے ہوتیں؟ پھر دودھ، کھویا، بالائی، مکھن اور گھی جیسی نعمتوں سے ہم محروم ہو جاتے زمین نہ ہوتی تو لکڑی وغیرہ کے درخت کہاں لگتے؟ اور پھر ہماری عمارتیں کیسے بنتیں اور ایندھن جلانے کے لئے ہم لکڑی کہاں سے لاتے؟ زمین نہ ہوتی تو ہم اناج کہاں سے حاصل کرتے؟ کھیتی کے لئے آلات ٹریکٹر وغیرہ کس سے بنتے؟ ہماری [illegible] کے لئے گاڑی وغیرہ کس چیز سے بنتے؟ اگر یہ زمین نہ ہوتی تو ہم ربڑ کہاں سے حاصل کرتے اور ربڑ کی یہ ساری مصنوعات ٹائر، ٹیوب وغیرہ کیسے میسر آتیں؟ اگر یہ زمین نہ ہوتی تو ہم تیل، پٹرول وغیرہ کیسے پاتے؟ یہ سارے خزانے تو زمین کے پیٹ میں دفن ہیں، [illegible] بغیر ہمارا گذارا کیسے ہوتا؟ اگر یہ زمین نہ ہوتی تو یہ پہاڑ کس پر قائم ہوتے [illegible] اور طرح طرح کے پتھر سنگ مرمر و سنگ [illegible] وغیرہ ہم کہاں سے

حاصل ہوتے ہیں۔ کیسی عجیب اور اچھی حقیقت کی دلکش حقیقت ہے۔ اگر زمین نہ ہوتی تو ہم دنیا بھر کے انجنوں، کارخانوں اور مشینوں کے لئے کوئلہ کہاں سے پاتے؟ جبکہ کوئلہ کا سارا خزانہ زمین کے بطن میں دفن ہے۔ زمین نہ ہوتی تو ہم روئی کہاں سے حاصل کرتے اور ہمارے کپڑے کیسے بنتے؟ زمین نہ ہوتی تو ہمارے بھیڑ بکری کہاں پرورش پاتے؟ اور ان کے بغیر ہم اونی کپڑے کیسے تیار کرسکتے؟ زمین نہ ہوتی تو ریشم کے کیڑے کہاں پیدا ہوتے؟ اور ان کے بغیر ہم ریشمی کپڑوں کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اگر زمین نہ ہوتی تو سونا، چاندی کی کان اور بعض دیگر کے معدن کہاں ہوتے؟ اور سارے عالم میں جو کاروبار روپیوں اور اشرفیوں کے ذریعہ چلتے ہیں وہ کس طرح انجام پاسکتے؟ اگر زمین نہ ہوتی تو یہ کاغذ کے درخت اور اس کے کچے سامان کہاں بنتے؟ اور پھر کاغذ کے بغیر ساری دنیا میں علمی و تصنیفی کاموں کا کس طرح کمال ہوتا؟ اور آج ہزاروں، لاکھوں اوراق جو طرح طرح کے کاغذوں پر چھپتے ہیں ان کا کس قدر فقدان ہوتا؟

الغرض زمین نہ ہوتی تو سارے عالم کی رونق ہی یکدم کافور ہو جاتی۔ اب سوال یہ ہے کہ اس زمین کو کس نے بنایا۔ کس نے اس کا فرش بچھایا؟ کس نے اس کو زلزلوں اور اضطراب سے محفوظ رکھا اور پرسکون بنایا؟ ہم اس بنانے والے فاطر السماوات والارض کا نام خدا رکھتے ہیں۔ سچ فرمایا ہے خدا تعالیٰ نے وَفِی الْاَرْضِ آیَاتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ۔ یعنی اصحاب علم و یقین کے لئے زمین ہی میں معرفت رب کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ آج کے سائنس دانوں میں بایں ہمہ اکتشافات و ایجادات یہ طاقت نہیں ہے کہ خدائی کائنات سے کچھ لئے بغیر صرف ایک چھوٹا سا پھول بنا دیں۔ یا ایک گز زمین ہی بنا کر دکھا دیں۔ ہرگز نہ کبھی بنا سکے ہیں اور نہ بنا سکیں گے۔ اس کا خالق صرف خداوند کریم ہے اور وہ رب العالمین بھی ہے۔

علت مؤثرہ زمین نہیں

لیکن زمین میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ سیب، گلاب اور گیندا پیدا کرے۔ رنگ برنگی چیزوں اور مختلف خواص کی دواؤں کو پیدا کرے۔ ان تمام پیداواروں کے لئے علت و سبب مؤثر نہیں ہے بلکہ زمین تو صرف ایک معدن و مخزن ہے اور منبع و مخرج ہے نہ کہ علت و سبب۔ اصل سبب مؤثر تو خدا ہے۔ اس لئے کہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ شکر بنانے والی مشین سے صرف شکر برآمد ہوگی۔ اور بسکٹ والی مشین سے صرف بسکٹ اور کاغذ ساز مشین سے صرف کاغذ برآمد ہوتا ہے۔ لیکن یہ زمین تو مختلف اجناس، مختلف پھول، مختلف پھل، مختلف رنگ اور مختلف خواص کی چیزوں کو جنم دیتی ہے۔ کسی عارفِ خدا نے زمین کے اس خاصہ کے متعلق کیا ہی خوب لکھا ہے ؎

چرا در یک زمیں چندیں نباتِ مختلف بینم
ز نخل و انار و سیب و بید و چوں آبی و چوں زیتوں
اگر علت طبائع شد وجود جملہ را چوں شد؟
یکے مُمسک یکے مُسہل یکے دارو یکے طاعوں

معلوم ہوا کہ ان مختلف پیداواری کے لئے زمین علت مؤثرہ نہیں ہے بلکہ ایک اور ہی طاقت ہے جو زمین کے بطن سے مختلف خواص اور مختلف ذائقوں، مختلف قابلیتوں اور مختلف منافع کی چیزوں کو پیدا کرتی ہے۔ اسی کا نام ہم خدا رکھتے ہیں۔

قدرت کا کمال

سائنس کی بنائی ہوئی مشینوں میں ایک من گیہوں یا چنا یا مٹر ڈال دیجئے تو ایک من آٹا نکال کر دے گی لیکن خداوند کریم کی ایک زبردست و پرحکمت مشین ہے اس کا نام زمین ہے اس میں ایک دانہ ڈال دیجئے تو سینکڑوں دانے باہر نکال دیتی ہے۔ ایک [illegible]

ال دیتا ہے تو سیکڑوں من دانہ پیدا کر دیتی ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

مثل الذين ينفقون اموالهم فی سبيل الله كمثل حبة انبتت سبع سنابل فی كل سنبلة مائة حبة والله يضاعف لمن يشاء والله واسع عليم ٥ (سورہ بقرہ)

یعنی ان لوگوں کی مثال جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانہ کی طرح ہے جیسے اس دانے سے سات بالیں نکل آئیں اور ہر بالی میں سو دانے ہیں اور جسے اللہ چاہتا ہے اس سے بھی بڑھا دیتا ہے اور اللہ بڑی وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔

پوری خلق خدا اس کی زمین سے ہمیشہ بہا نوالہ اٹھا رہی ہے اور ساری مخلوقات کی زندگی اور شاہ و گدا کے عیش کا مدار زمین اس بے پناہ پیداوار اور بے حد و بے حساب خیر و برکت پر ہے اقبال مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے ؎

کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار؟ [illegible] کا ہے یہ
یہ زمیں کس کی ہے کس کا ہے یہ نور آفتاب؟
پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون ؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟
موتیوں سے کس نے بھر دی خوشۂ گندم کی جیب؟
موسموں کو کس نے سکھلایا ہے خوئے انقلاب؟

دہ خدایا، یہ زمیں تیری نہیں تیری نہیں
تیرے آبا کی نہیں تیری نہیں میری نہیں

پہاڑوں کے بطن سے زور و شور کے ساتھ دن رات بہنے والے چشمے یہ ناپیدا کنار سمندر، یہ فلک بوس اور عظیم المنافع پہاڑ اور قدرت کے

[illegible] سے پھل پھلاری بیٹرول کے بغیر ، بے حساب [illegible]
سب خدا کی بے پناہ بخشش اور انعام اور بے حد و بے حساب [illegible]
کافی وافی ہیں ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار۔

تخلیق انسانی پر غور

ارشاد ہوتا ہے وفی انفسکم افلا تبصرون یعنی اپنے نفسوں میں غور کیوں نہیں کرتے یعنی آدم کو خدا نے مٹی سے پیدا کیا اور اپنی قدرت سے اس میں روح ڈالی اور حضرت حوا کو پیدا فرما کر ماں باپ کے نطفہ سے انسان کا سلسلہ قائم کیا۔ مقام غور ہے۔ اور خاص طور پر جدید دنیا کے لئے بھی ۔۔۔۔۔۔ جو موٹر، ہوائی جہاز، تار، ٹیلیفون، ریڈیو وغیرہ ایجاد کرتی ہے کہ یہ سب چیزیں انسان کی پیدائش اور اس کی کاریگری کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ موٹر یا ہوائی جہاز یا دوسری مشینوں اور انجنوں وغیرہ میں لوہے وغیرہ کے ہزاروں پرزوں کو پیٹ پاٹ کر، ڈھال ڈھول کر اور مختلف مقامات میں جوڑ جاڑ کر پٹرول اور ڈیزل اور کروڈ آئل وغیرہ ان کی نالیوں میں پہنچا کر اس کو دوڑایا، چلایا اور اڑایا کرتے ہیں۔ یہ سب انسانی صنعت سے تیار ہوتی ہیں اور ان کے پلاسٹک پرزوں کے خراب ہونے پر دوسرے پرزے بدل کر کام نکالا کرتے ہیں۔ مگر منی کے ایک تولہ ڈیڑھ تولہ پانی پر اس طرح کاریگری کرنا اور اس کے تمام اعضاء و لوازمات کے ساتھ جیتا جاگتا انسان بنانا قدرت کا شاہکار ہے۔ ذرا دیکھئے کہ منی کے نطفہ میں سے سر کی کھوپڑی بنائی جو کتنی سخت ہڈی ہے اور اسی نطفہ سے سر کا بھیجہ اور دماغ کی گودی بنائی جو کتنی نرم و ملائم ہے۔ پھر دماغ میں سیکڑوں تاروں کا کنکشن ڈالا اور اس میں چمکتی ہوئی آنکھ بنائی پھر اسی نطفہ سے بولنے والی بلبل ہزار داستان زبان بنائی۔ حرکت و نطق کے ذریعہ پیدا کرنے کے لئے دو ہونٹ عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم الشان کاریگری کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا: الم نجعل لہ عینین ولسانا وشفتین

یعنی کیا ہم نے اُن کے لئے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے ایک اور جگہ ارشاد ہے: انا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتلیہ فجعلناہ سمیعا بصیرا (دھر)

یعنی ہم نے انسان کو مرکب القوی نطفہ سے پیدا کیا کہ اس کی آزمائش کریں پس ہم نے اس کو دیکھنے والا اور سننے والا بنایا۔ ذرا غور کیجئے کہ اس نطفہ سے خدا نے دل، جگر، گردہ، مثانہ بنایا۔ اس نطفہ سے معدہ کے دیگر تمام اعضاء و احشاء بنائے اور اسی میں اتنی ... رگ اور باریک نسیں اور ریشے بنائے جن میں روزانہ خون جذب ہوتا ہے اگر ان تمام رگ و ریشوں کو ایک قطار میں کر دیا جائے تو بقول ایک فرنگی محقق کے نو سو میل لمبی لائن تک یہ پہونچ جائے گی۔ پھر اسی نطفہ سے اعضاء رئیسہ بنائے۔ وہ دل بنایا کہ اگر وہ بگڑ جائے تو دوسرا دل نہ بنایا جا سکے اور اگر اس کی حرکت بند ہو جائے تو پھر اس میں حرکت نہ پیدا کی جا سکے۔ اعضاء رئیسہ کے علاوہ دوسرے اعضاء کا بھی یہی حال ہے اگر آنکھ ضائع ہو جائے تو دوسری آنکھ نہ مل سکے۔ اگر زبان گونگی ہو جائے تو دوسری زبان نہ بن سکے۔

الغرض ایک تولہ ڈیڑھ تولہ منی کے نطفہ میں خالق اکبر نے تمام ضروری طاقتوں اور صلاحیتوں کو پیدا فرمایا پھر خدا نے چاہا تو نر بنایا اور چاہا تو مادہ بنایا چنانچہ ارشاد ہے: الم یک نطفۃ من منی یمنی ثم کان علقۃ فخلق فسوی فجعل منہ الزوجین الذکر والانثی الیس ذالک بقادر علی ان یحیی الموتی (سورۃ قیامہ)

یعنی کیا انسان کو منی کے نطفہ سے نہیں بنایا جو پہلے گوشت کا لوتھڑا بنا پھر اس میں تمام اعضاء کو پیدا کیا پھر اس کو سیدھے قد کا بنایا پھر اس سے نر و مادہ کے جوڑا حسب منشاء بنایا۔ پھر ایسا زبردست کاریگر اور قادر مطلق کیا اس پر قادر نہیں ہے کہ مرنے کے بعد پھر انسان کو زندہ کرے۔ شیخ سعدی نے تخلیق انسانی پر

[illegible]
کیا خوب کہا ہے ؎

دہد نطفہ را صورتے چوں پری
کہ کردہ است بر آب صورت گری؟

انسان قطرہ لولوئے لالا ر کنند
وزیں صورتے سرو بالا کنند

پانی پر یہ بے مثال کاریگری خدائے مطلق کے علاوہ کیا کوئی اور بھی کر سکتا ہے؟ حاشا وکلا۔

نطفہ تخلیق انسانی کے لئے علت مؤثرہ نہیں

اس نطفہ سے انسان ضرور ہی پیدا ہو جائے ایسا ضروری نہیں ہے کیونکہ اصل سبب مؤثر خود اللہ تعالیٰ اور اس کی مشیت ہے ایسا دیکھا گیا ہے کہ باہم نطفہ ملتا ہے مگر نہ لڑکا پیدا ہوتا ہے اور نہ لڑکی اور کبھی دونوں پیدا ہوتے ہیں اور کبھی صرف لڑکا اور کبھی صرف لڑکی۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لله ملك السماوات والارض يخلق ما يشاء يهب لمن يشاء اناثا ويهب لمن يشاء الذكور او يزوجهم ذكرانا واناثا ويجعل من يشاء عقيما ٥ (سورۂ شوریٰ)

یعنی خدا ہی کے لئے زمین و آسمان کی بادشاہت ہے اور جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکا ہی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے لڑکے اور لڑکیاں دونوں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔

پھر یہ نطفہ تمام اعضاء کی سلامتی کا ضامن بھی نہیں ہے کیونکہ انسان کبھی اندھا اور کبھی بہرا اور کبھی لولا، لنگڑا بھی پیدا ہوتا ہے اور کبھی کبھی کچا لوتھڑا ہو کر ساقط

ہوجاتا ہے اور کبھی بے جان اور دردہ پیدا ہوتا ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ یہ نطفہ روح کے لئے یا انسانی اعضاء کی صحت وسلامتی کے لئے مؤثر نہیں ہے بلکہ مؤثر اس کی مشیت ہے۔

کائنات عالم کے لئے انسان کی ضرورت

موٹر، ہوائی جہاز، تار، ٹیلیفون، کارخانے، فیکٹریاں، ملیں، ریلیں، ٹرین، سب بے کار اور ایک قلم معطل ہوجائیں۔ اگر ان کا بنانے والا انسان اور ان کو حرکت میں لانے والا انسان درمیان سے حذف ہوجائے۔

انسان جس روز صفحۂ ہستی سے ختم ہوجائے گا تو یہ تمام مصنوعات، ایجادات اور کارخانے، مشنریاں، فیکٹریاں سب لغو محض ہو کر رہ جائیں گی۔ اور غور کیجئے ایک مثال کو سامنے رکھئے۔ ٹیلیفون سے آپ بات کرتے ہیں۔ اور مدراس میں بیٹھکر کلکتہ بمبئی سے گفتگو کر لیتے ہیں اور خوش ہوجاتے ہیں کہ سائنس کے کمال سے آپ کو کس قدر فائدہ پہونچ رہا ہے۔ لیکن قدرت کے عطیہ کو بالائے طاق رکھ کر قدرت کی اس عظیم کاری گری کو بھول جاتے ہیں۔ سوچئے کہ اگر طرفین سے بولنے والی زبان اور سننے والے وہ کان نہ ہوں تو وہ ٹیلیفون ہے کس کام کا۔ ٹیلیفون آپ کی میز پر رکھا ہوگا اور کسی کام کا نہ ہوگا۔ مگر جب آپ ہاتھ سے اٹھاتے ہیں اور ہیلو، ہیلو اپنی زبان سے پکار کر اپنے کان سے اس کی بات سنتے ہیں تو یہ ٹیلیفون کارآمد بن جاتا ہے اور دونوں طرف سے زبان، کان اور ہاتھ اور دل کا ارادہ اور دماغ کی سلامتی کام کر رہی ہے جو قدرت کے ان شاہکاروں پر غور کرے گا اسے یہ ایجاداتِ عادمتحیر نہیں کرسکتیں۔ اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا ہی خوب لکھا ہے ؎

جو ہے موتاروں کی چال کا اسے انجنوں کا خیال کیا
وہ نظر زمین پہ کیوں جھکے کہ جو آسماں سے قریب ہے

معلوم ہوا کہ کائنات عالم کے لئے خود حضرت انسان ہی [illegible]

ایک تمثیل

حاصل انسان نہ ہو تو ایک ذرا سا کام بھی [illegible] میں انجام نہ پا سکے۔ انسان اگر درمیان سے اٹھ جائے تو دنیا کے سارے کارخانے بیکار، خلائی راکٹوں کی اڑان ختم، چاند تک رسائی بے معنی۔

کسی نے یہ لطیفہ بیان کیا ہے کہ شاہجہاں کے پاس دو کنیزیں تھیں ایک کا نام "جہاں" تھا دوسرے کا نام "حیات" تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ تم دونوں میں سے میرے لئے زیادہ کار آمد کون ہے۔ جس کا نام "جہاں" تھا اس نے برجستہ عرض کیا ؎

تو بادشاہ جہانی جہاں بکار آید

دوسری کنیز نے جس کا نام "حیات" تھا فی الفور کہا ؏

اگر حیات نہ باشد جہاں چہ کار آید

بظاہر یہ ایک لطیفہ ہے مگر اس میں حقیقت کا ایک خزانہ پنہاں ہے۔ دنیا میں سب کچھ ہو مگر انسان نہ ہو تو ان چیزوں کو برتنے والا ان کو استعمال کرنے والا ان سے فائدہ اٹھانے والا اور ان کو کار آمد بنانے والا کون ہوگا؟

سائنس نے کوئی بنیادی چیز پیدا نہیں کی

اب اس پر بھی غور کیجئے کہ خداوند کریم نے غلہ، اناج، گیہوں، مٹر، چنا، چاول، دال وغیرہ پیدا کیا، مگر سائنس والے اب تک کوئی غلہ نہ بنا سکے۔ خداوند کریم نے انار، سیب، موسمی، کیلا، اخروٹ اور بادام، پستہ، فروٹ وغیرہ بنایا ہے۔ طرح طرح کے مغزیات دنیا کو عطا فرمائے ہیں۔ سائنس والوں نے اس قسم کا کوئی نیا پھل اور نیا مغزیات میں سے کوئی نئی چیز تیار نہیں کی۔

دنیا کے یہ معروف غلے اور یہ فروٹ چھوڑ کر سائنس والے اپنے ایجاد کردہ کسی پھل اور کسی بنائے ہوئے غلے کی نشاندہی تو فرمائیں۔ یہ نہ ان کے دائرہ اختیار کی چیز ہے

نہ کسی ایسی چیز کی تخلیق کے لئے ان کا دعویٰ ہے۔ خالق کائنات نے ایسا دعویٰ کیا ہے اس کو اس کا حق بھی ہے: فلینظر الانسان الیٰ طعامہ، انا صببنا الماء صبا، ثم شققنا الارض شقا، فانبتنا فیہا حبا وعنبا وقضبا وزیتونا ونخلا وحدائق غلبا وفاکہۃ وابا متاعا لکم ولانعامکم (سورہ عبس)

یعنی آدمی کو اپنے کھانے کی طرف دیکھنا چاہیے کہ ہم نے زمین پر پانی ڈالا اور پھر زمین کو پھاڑ دیا پھر ہم نے اناج کے دانے اگائے اور انگور، ترکاری اور زیتون اور کھجوریں اگائے اور گھنے باغات، میوہ جات اور چارے پیدا کئے جس میں تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے لئے فائدہ ہے۔

پھر جب قدرت کے عطا کردہ غلوں اور اس کے پیدا کردہ پھلوں اور مقویات و ذائقات کو ہم کھاتے اور انھیں سے فائدہ اٹھاتے ہیں پھر تو ہم کو اس کے سامنے سر نیاز اور سر عبودیت خم کرنا چاہیے اور صاف صاف شکریہ ادا کرنا چاہیے اور اس کی آقائی کا دم بھرنا چاہیے۔

تیرا دیا کھاتا ہوں میں تیری ثنا گاتا ہوں میں
تیرا ہی کہلاتا ہوں میں تجھ بن نہیں کوئی مرا

دنیا میں کبوتر، مرغ، تیتر، بٹیر اور دوسری چڑیوں کے علاوہ خصی و دنبے وغیرہ کے گوشت مروج ہیں، مچھلی وغیرہ بھی میسر ہے۔ کیا کسی سائنسداں نے بھی کوئی گوشت ایجاد کیا ہے؟

(باقی)